Al-Mīthāq ***(Research Journal of Islamic Theology)***
ISSN: 2791-0989 (P), 2791-0997 (E)
Volume 04, **Issue** 01, January-March 2025, **PP**: 215-225
Open Access at: https://almithaqjournal.org/

Article QR

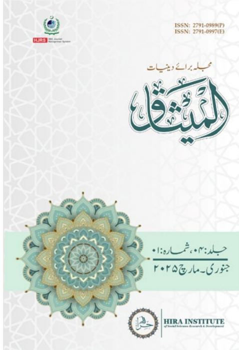

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شدت پسندی کے مضر اثرات

The Effects of Extremism in the Light of Islamic Teachings

1. Muhammad Afzal
hafizafzal361@gmail.com
PhD Scholar,
Department of Islamic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur.

2. Dr. Muhammad Munir Azher
munirazher@iub.edu.pk
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies,
The Islamia University of Bahawalpur.

How to Cite: Muhammad Afzal and Dr. Muhammad Munir Azher. 2025: "The Effects of Extremism in the Light of Islamic Teachings". Al-*Mīthāq (Research Journal of Islamic Theology)* 4 (01): 215-225.

Article History:

Received:	**Accepted**:	**Published**:
28-02-2025	25-03-2025	31-03-2025

Copyright: **©The Authors**

Licensing: This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

Conflict of Interest: Author(s) declared no conflict of interest.

Abstract & Indexing

Publisher

HIRA INSTITUTE
of Social Sciences Research & Development

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں شدت پسندی کے مضر اثرات
The Effects of Extremism in the Light of Islamic Teachings

1. **Muhammad Afzal**
PhD Scholar, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
hafizafzal361@gmail.com

2. **Dr. Muhammad Munir Azher**
Assistant Professor, Department of Islamic Studies, The Islamia University of Bahawalpur.
munirazher@iub.edu.pk

Abstract
This research examines the phenomenon of extremism, with particular attention to its detrimental effects in light of Islamic teachings. Extremism, understood as a deviation from moderation in thought and conduct, poses a serious threat to social harmony and national stability. The study begins by exploring the meaning, scope, and contemporary manifestations of extremism, including political, religious, and ideological forms. The urgency of addressing this issue stems from its destructive consequences across multiple dimensions of human life. Among the most severe are social fragmentation, rising intolerance, and the spread of hatred. Extremism undermines political trust, discourages foreign investment, and distorts religious values for violent agendas. It further contributes to moral decline, evident in aggressive behavior and diminished patience, while also damaging the education system through intellectual stagnation and suppression of critical thought. Additional consequences include youth radicalization, cultural erosion, and the weakening of family structures. In contrast, Islam advocates balance, justice, and compassion principles that stand in direct opposition to extremist tendencies. This paper argues that revisiting and applying these foundational Islamic values provides a constructive framework for countering extremism and fostering social peace and cohesion.
Keywords: *Extremism, Society, Intensity, Adverse Effects, Politics, Islamic Teachings.*

تعارف موضوع

عصرِ حاضر میں دنیا کو جن بڑے فکری و عملی چیلنجز کا سامنا ہے، ان میں شدت پسندی (Extremism) سر فہرست ہے۔ یہ ایک ایسا طرزِ فکر اور طرزِ عمل ہے جو افراط و تفریط، عدم برداشت اور زور و زبردستی پر مبنی ہے۔ شدت پسندی نہ صرف افراد کی شخصی زندگی کو متاثر کرتی بلکہ پورے معاشرے، ریاستی اداروں، معیشت، تعلیم، مذہب اور اخلاقی اقدار کو بھی گہرے منفی اثرات کا شکار بناتی ہے۔ یہ مسئلہ صرف ایک مذہب، قوم یا خطے تک محدود نہیں بلکہ ایک عالمی چیلنج بن چکا ہے تاہم اسلامی دنیا خصوصاً پاکستان جیسے ممالک اس سے زیادہ متاثر ہو رہے ہیں۔ ایسے میں اسلامی تعلیمات کا اعتدال پسند، پر امن اور انصاف پر مبنی پیغام انسانیت کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس تحقیق کا مقصد شدت پسندی کے مختلف مظاہر اور اس کے مضر اثرات کو اجاگر کرنا ہے تاکہ اسلامی فکر کی روشنی میں اس فتنے کے سدباب کی راہ تلاش کی جاسکے۔

موضوع کی ضرورت واہمیت

شدت پسندی ایک ایسا سنگین مسئلہ بن چکا ہے جو معاشرتی ہم آہنگی، مذہبی رواداری، سیاسی استحکام، اور اخلاقی اقدار کو بری

طرح متاثر کر رہا ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرے میں نفرت، انتشار، بد اعتمادی، تشدد اور فکری جمود جنم لے رہے ہیں۔ نوجوان نسل جو کسی بھی قوم کا مستقبل ہوتی ہے، وہ شدت پسند افکار کے زیرِ اثر آ کر نہ صرف اپنی ذات بلکہ اپنے خاندان، معاشرے اور ملک کے لیے بھی نقصان دہ بن رہی ہے۔ ایسے حالات میں اس موضوع پر علمی و تحقیقی انداز میں گفتگو نہایت ضروری ہے تاکہ شدت پسندی کے اسباب و مظاہر کو سمجھا جا سکے اور ان کے سدباب کے لیے قابلِ عمل تجاویز سامنے آ سکیں۔ بالخصوص اسلامی تعلیمات کا عادلانہ اور اعتدال پسندانہ نظام جو افراط و تفریط سے بچنے اور عدل و رحمت کو فروغ دینے کی تلقین کرتا ہے، اس مسئلے کے حل میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شدت پسندی کے مضر اثرات کو اسلامی نقطۂ نظر سے جانچنے اور حل کی راہیں تلاش کرنے کی ضرورت دن بدن بڑھتی جا رہی ہے۔

شدت پسندی کا لغوی و اصطلاحی مفہوم

شدت پسندی ایک مرکب اصطلاح ہے جو دو الفاظ "شدت" اور "پسندی" سے تشکیل پاتی ہے۔ شدت "عربی مادہ "شَدَّ– يَشُدُّ" سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے: سختی، سخت رویہ، زبردستی، غلو، تندی، اور افراط۔ علامہ ابن منظور لکھتے ہیں:

الشِّدَّةُ: نقيضُ الرِّفْقِ، وتدلُّ على العُنف والتطرُّف۔[1]

شدت نرمی کا متضاد ہے جو سختی اور حدِ اعتدال سے تجاوز پر دلالت کرتا ہے۔

"پسندی" اردو زبان کا لاحقہ ہے جو کسی رویے یا رجحان کے لیے مستعمل ہے جیسے "خود پسندی" یا "خوبصورت پسندی"۔ اس تناظر میں "شدت پسندی" کا لغوی مطلب ہوا "سخت رویے، افراط پر مبنی نظریات یا طرزِ عمل کی طرف میلان رکھنے والا رجحان"۔

اصطلاحی لحاظ سے شدت پسندی ایک ایسا غیر متوازن رویہ ہے جو اعتدال و رواداری کو رد کر کے، سخت گیر خیالات اور رویوں کو فروغ دیتا ہے۔ اس کی تعریف اہلِ علم نے اپنے زاویہ نظر سے مختلف کی ہے۔ ڈاکٹر طاہر محمود شدت پسندی کی تعریف یوں کرتے ہیں:

شدت پسندی ایک ایسا فکری و عملی رویہ ہے جو کسی فرد یا گروہ کو اس حد تک اپنے نظریات کا اسیر بنا دیتا ہے کہ وہ باقی تمام نظریات و افراد کو باطل، گمراہ یا واجب القتل سمجھنے لگتا ہے۔[2]

شیخ الغزالیؒ شدت پسندی کی مذمت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ تشدد ایک ایسا عمل ہے جو شریعت کے اعتدال اور توازن کو بگاڑ دیتا ہے اور فرد کو جبر، تکفیر اور فساد کی طرف لے جاتا ہے۔[3] یونائیٹڈ سٹیٹ آف پیس نے اس کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے:

Extremism is the holding of extreme political or religious views which often leads to the rejection of pluralism, tolerance, and democratic norms.[4]

انتہا پسندی ایسے سخت گیر اور انتہا پسندانہ سیاسی یا مذہبی نظریات کو اختیار کرنے کا نام ہے جو عام سماجی اقدار سے مختلف ہوں۔ یہ عموماً اکثریت کے انکار، آراء کے عدمِ برداشت اور جمہوری اصولوں کی مخالفت کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے جس کے نتیجے میں سماجی ہم آہنگی اور استحکام کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

معلوم ہوا کہ شدت پسندی ایک ایسا فکری، نظریاتی اور عملی رویہ ہے جو سماج میں نفرت، عدم برداشت، تشدد، تکفیر اور انتشار کو جنم دیتا ہے۔ اسلام کا اعتدال پسند، رحمت و رواداری پر مبنی نظام شدت پسندی کی نہ صرف نفی کرتا ہے بلکہ اس کے سدباب کی راہ بھی دکھاتا ہے، جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ دین میں غلو سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے لوگ دین میں غلو ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔[5] آئندہ سطور میں شدت پسندی کے مضر اثرات اور ان سے تدارک کی راہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

شدت پسندی کے مضر اثرات

شدت پسندی کسی بھی معاشرے کے فکری، اخلاقی اور سماجی توازن کے لیے زہرِ قاتل کی حیثیت رکھتی ہے۔ یہ نہ صرف

معاشرتی ہم آہنگی اور مذہبی رواداری کو مجروح کرتی ہے بلکہ قومی یکجہتی، سیاسی استحکام اور معاشی ترقی کو بھی سنگین خطرات سے دوچار کر دیتی ہے۔ جب کسی معاشرے میں انتہا پسندی کا بیج بو دیا جاتا ہے تو وہاں نفرت، بداعتمادی، تشدد، اور افراط و تفریط جیسی بیماریاں جڑ پکڑ لیتی ہیں، جن کا اثر افراد کی شخصیت سے لے کر ریاستی اداروں تک محسوس ہوتا ہے۔ درج ذیل سطور میں ہم شدت پسندی کے اثرات کا قدرے تفصیل کے ساتھ جائزہ لیں گے۔

اوّل: معاشرتی تقسیم، عدم رواداری اور نفرت انگیزی

شدت پسندی کا سب سے پہلا اور خطرناک اثر معاشرتی سطح پر نظر آتا ہے، جہاں یہ فکری، لسانی، مسلکی اور سیاسی بنیادوں پر معاشرے کو تقسیم کر دیتی ہے۔ جب افراد یا گروہ اپنے نظریے یا مسلک کو واحد "حق" اور دوسروں کو "باطل" سمجھتے ہیں، تو معاشرتی ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے۔ نتیجتاً معاشرے میں عدمِ برداشت، نفرت انگیزی، مسلکی کشیدگی، اور سماجی ٹکراؤ کو فروغ ملتا ہے۔ اسلام کا پیغام ایک متوازن، معتدل اور روادار معاشرے کی تشکیل پر زور دیتا ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا[6]

اور ہم نے تمہیں قوموں اور قبیلوں میں اس لیے بنایا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

یہ آیت ہمیں معاشرتی تنوع کو پہچاننے اور برداشت کے ساتھ جینے کی تعلیم دیتی اور بتاتی ہے کہ لوگوں میں قبیلے اور برادری کی تقسیم کا مقصد کیا ہے؟ جب کہ شدت پسندی قوم پرستی کی طرف لے جاتی ہے اس سے معاشرتی ہم آہنگی اور اتفاق واتحاد متاثر ہو جاتے ہیں۔ امام ابن قیمؒ کے کلام کا حاصل بھی یہی ہے کہ جب کوئی قوم حق کو صرف اپنے ساتھ مخصوص کر کے دوسروں کو گمراہ قرار دے، تو وہ قوم آپس کی محبت کھو دیتی ہے اور امت اختلاف کا شکار ہو جاتی ہے۔[7] اسی تناظر میں سید ابوالاعلیٰ مودودی شدت پسندی کو "اجتماعی زندگی کی زہرناک بیماری" قرار دیتے ہیں جو امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیتی ہے۔[8] اسلامی معاشرے کی بنیاد باہمی اخوت اور رواداری پر ہے لہٰذا شدت پسندی کا یہ اثر نہ صرف معاشرتی انتشار، بدگمانی اور نفرت کو ہوا دیتا ہے بلکہ دینی اخوت، قومی یکجہتی اور انسانی ہمدردی جیسے بنیادی اسلامی و اخلاقی اصولوں کو بھی پامال کرتا ہے۔

دوم: سیاسی اداروں پر عدم اعتماد

سیاسی شدت پسندی کے اہم ترین اثرات میں سے ایک ریاستی و قومی اداروں پر عوامی اعتماد کا متزلزل ہونا ہے۔ جب سیاسی یا مذہبی بنیادوں پر شدت پسندی کو فروغ دیا جاتا ہے تو اس کے اثرات ریاست کے بنیادی ڈھانچے پر پڑتے ہیں۔ شدت پسند عناصر مختلف اداروں جیسے پارلیمنٹ، عدلیہ، افواج، اور انتخابی نظام کو کرپٹ، غیر اسلامی یا غیر نمائندہ قرار دے کر عوام میں ان اداروں کے خلاف نفرت پیدا کرتے ہیں۔ یہ رویہ نہ صرف سیاسی عمل کو غیر مستحکم کرتا ہے بلکہ جمہوری تسلسل، قانون کی عملداری اور ریاستی وحدت کو بھی نقصان پہنچاتا ہے۔ جب عوام کا اداروں پر اعتماد کمزور پڑ جاتا ہے، تو وہ متبادل کے طور پر غیر آئینی، غیر جمہوری یا پرتشدد ذرائع کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، جس کا نتیجہ انارکی اور انتشار کی صورت میں نکلتا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں "عدل" اور "شوریٰ" جیسے تصورات پر زور دیا گیا ہے، جو مضبوط سیاسی اداروں کی علامت ہیں۔ قرآن میں فرمایا گیا ہے:

وَأَمْرُهُمْ شُورَى بَيْنَهُمْ۔[9]

اور ان کے معاملات آپس کے مشورے سے طے ہوتے ہیں۔

شدت پسندی اس شوریٰ کے اصول کی نفی کرتی ہے، اور شخصی یا گروہی نظریات کو اجتماعی اداروں پر ترجیح دیتی ہے، جو کہ اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ ابو الاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں کہ:

جب افراد اداروں سے مایوس ہو جاتے ہیں اور ان کے خلاف بغاوت کی ذہنیت اختیار کرتے ہیں تو ریاست کی جڑیں ہل جاتی ہیں، اور معاشرہ داخلی انتشار کا شکار ہو جاتا ہے۔[10]

اسی طرح امام ابن خلدون جنہیں علم الاجتماع اور سوشیالوجی کا بڑا عالم گردانا جاتا ہے، کے مطابق ریاست کی طاقت عوام کے اعتماد پر قائم ہوتی ہے، جب ادارے کمزور پڑیں تو قوم بکھر جاتی ہے اور ہر فرد اپنی راہ لیتا ہے۔[11] سیاسی شدت پسندی نہ صرف اداروں کی ساکھ ختم کرتی ہے بلکہ ریاست کے استحکام کو بھی زک پہنچاتی ہے۔ ایک مہذب، ترقی یافتہ اور پرامن معاشرے کے لیے ضروری ہے کہ عوام ریاستی اداروں پر اعتماد رکھیں، ان میں اصلاح کی کوشش کریں۔ اسلامی تعلیمات میں اجتماعی نظم، عدل اور مشورہ بنیادی اصول ہیں، اور ان کی بقا ادارہ جاتی نظام کے تحفظ سے ہی ممکن ہے۔

سوم: بیرونی سرمایہ کاری میں کمی

شدت پسندی کے اہم اور دیرپا اثرات میں سے ایک معاشی عدم استحکام ہے، جس کی بڑی وجہ ملک میں بیرونی سرمایہ کاری (Foreign Investment) کا متاثر ہونا ہے۔ جب کسی ملک میں بدامنی، دہشت گردی، سیاسی افراتفری یا مذہبی انتہا پسندی عام ہو، تو سرمایہ کاروں کا اعتماد متاثر ہوتا ہے۔ وہ اپنے سرمائے کو محفوظ مقامات پر منتقل کر دیتے ہیں، جس سے نہ صرف ملک کی معاشی ترقی رک جاتی ہے بلکہ بے روزگاری، مہنگائی اور مالی خسارے جیسے مسائل بھی جنم لیتے ہیں۔ سرمایہ کاری کے لیے سب سے اہم عناصر میں امن و امان، قانونی تحفظ، ادارہ جاتی شفافیت اور سیاسی استحکام شامل ہیں، اور شدت پسندی ان تمام عناصر کو براہِ راست متاثر کرتی ہے۔ اسلام میں معاشی استحکام اور امن کو باہم لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں حضرت ابراہیمؑ کی دعا نقل کی گئی ہے:

رَبِّ اجْعَلْ هَذَا بَلَدًا آمِنًا وَارْزُقْ أَهْلَهُ مِنَ الثَّمَرَاتِ۔[12]

اے میرے رب! اس شہر کو امن والا بنادے اور اس کے رہنے والوں کو پھلوں کا رزق دے۔

اس دعا میں واضح طور پر امن و امان کو معاشی خوشحالی سے پہلے ذکر کیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ معیشت کی ترقی کے لیے سب سے بنیادی چیز امن ہے۔ عبدالرحمن ابن خلدون کے نزدیک "امن تجارت کو پروان چڑھاتا ہے اور خوف معاشی سرگرمی کو معطل کر دیتا ہے۔ لہٰذا پائیدار معیشت کے لیے امن بنیادی شرط ہے۔"[13] لہٰذا شدت پسندی کا نتیجہ صرف فکری یا سیاسی نقصان نہیں ہوتا بلکہ اس کا اثر قومی معیشت پر بھی پڑتا ہے۔ بیرونی سرمایہ کاری میں کمی، معیشت کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیتی ہے، جو کہ بالآخر عام آدمی کی زندگی کو متاثر کرتی ہے۔ اسلامی تعلیمات میں امن، معاشی ترقی کی بنیادی شرط ہے، اور شدت پسندی اس بنیادی شرط کو ختم کرتی ہے۔

چہارم: دینی اقدار کی تحریف اور تبدیلی

شدت پسندی کا ایک نہایت خطرناک اور فکری و اعتقادی لحاظ سے مہلک اثر دین اسلام کی حقیقی تعلیمات کی تحریف اور مذہب کے نام پر ذاتی، گروہی یا سیاسی مفادات کا حصول ہے۔ شدت پسند عناصر قرآن و سنت کی تعلیمات کو سیاق و سباق سے ہٹا کر اپنے مفاد کے مطابق استعمال کرتے ہیں اور دین کے مقدس نام پر ایسے افعال کو جائز قرار دینے کی کوشش کرتے ہیں جو اسلام کی روح کے منافی ہیں۔ یہ عناصر جہاد، تکفیر، امر بالمعروف، اور نہی عن المنکر جیسے بلند اسلامی تصورات کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں، جس سے نہ صرف عوام گمراہ ہوتے ہیں بلکہ عالمی سطح پر اسلام کی شبیہ بھی داغدار ہوتی ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقوام کی گمراہی کی ایک بڑی وجہ

"تحریف "کو قرار دیا ہے:

يُحَرِّفُونَ الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ[14]

وہ لوگ اللہ کے کلمات کو ان کے اصل مقام سے بدل دیتے ہیں۔

یہ آیت ہمیں بتاتی ہے کہ دینی متون کی معنوی یا سیاقی تحریف گمراہی اور فساد کا باعث بنتی ہے۔ یہی عمل آج شدت پسند گروہوں کے ذریعے دہرایا جا رہا ہے۔ اما غزالیؒ فرماتے ہیں کہ بدترین فتنہ وہ ہے جو دین کے نام پر اٹھایا جائے، کیونکہ اس سے عوام دین کے نام سے ہی متنفر ہو جاتے ہیں اور دین کی اصل روح ماند پڑ جاتی ہے۔[15] اسی طرح ابن تیمیہ کے مطابق جو لوگ دین کی آڑ میں عوام کو فتنہ و فساد پر اکساتے ہیں، وہ نہ صرف دین کے دشمن ہیں بلکہ وہ عوام کی ہدایت کے راستے کے بھی رکاوٹ ہیں۔[16]

موجودہ دور میں بعض شدت پسند گروہ اپنے نظریات کو اسلامی تعلیمات کا رنگ دے کر پیش کرتے ہیں، جس کے نتیجے میں نوجوان نسل فکری انتشار کا شکار ہو جاتی ہے۔ مسلکی منافرت، تکفیر اور عسکریت کو دینی فریضہ قرار دے کر وہ دینِ رحمت کو دینِ شدت میں بدلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دینی اقدار کی تحریف اور مذہب کی بدنامی شدت پسندی کا سب سے خطرناک پہلو ہے، جو اسلام کی آفاقی تعلیمات، اعتدال پسندی اور رواداری کو نقصان پہنچاتا ہے۔

پنجم: اخلاقی انحطاط، عدم برداشت، بدزبانی، اور نفرت

شدت پسندی کا ایک اہم اور خطرناک پہلو معاشرے میں اخلاقی انحطاط کا فروغ ہے، جو بالخصوص عدم برداشت، بدزبانی، اور نفرت جیسے منفی رجحانات کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ جب معاشرتی مکالمہ اور اختلاف رائے کو دبایا جائے، اور اس کی جگہ تحقیر، گالم گلوچ، اور دشمنی لے لے، تو پورا معاشرہ اخلاقی زوال کا شکار ہو جاتا ہے۔ شدت پسند عناصر نہ صرف مخالف نظریات رکھنے والوں کو برداشت نہیں کرتے بلکہ ان کے خلاف توہین، نفرت انگیزی اور تشدد پر اکساتے ہیں، جس سے سماجی ہم آہنگی ختم ہو جاتی ہے۔

اخلاقی انحطاط، خاص طور پر بدزبانی اور بدسلوکی، معاشرتی تعلقات کو مجروح کرتی ہے اور انسانوں کے باہمی اعتماد کو کھوکھلا کر دیتی ہے۔ جب اختلافات کو دلیل کے بجائے نفرت اور طعن و تشنیع سے جواب دیا جائے، تو یہ رویہ نہ صرف اسلامی تعلیمات کی نفی ہے بلکہ انسانی معاشرت کے بنیادی اصولوں سے بھی متصادم ہے۔ قرآن و سنت میں اخلاقی رویوں کو دین کا بنیادی ستون قرار دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے اخلاق کو قرآن نے "عظیم" کہا ہے۔ اسی طرح بدزبانی اور نفرت انگیزی کی صراحتاً مذمت فرمائی گئی ہے۔

وَقُولُوا لِلنَّاسِ حُسْنًا۔[17]

اور لوگوں سے بھلی بات کہو۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

الْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ[18]

مؤمن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش گو ہوتا ہے اور نہ بدزبان۔

اسلامی اخلاقیات کا خلاصہ یہی ہے کہ زبان، کردار، اور برتاؤ سے دوسروں کو اذیت نہ دی جائے۔ بدزبانی اور نفرت کی سیاست شدت پسندی کا ایسا ہتھیار ہے جو معاشرے کو باہم دست و گریباں کر دیتا ہے۔ امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

من أعظم أسباب الفساد في الأرض سوء الخلق وبذاءة اللسان، فإنها تفسد القلوب وتفرق الجماعات[19]

زمین پر فساد کے سب سے بڑے اسباب میں بدخلقی اور بدزبانی شامل ہیں، یہ دلوں کو خراب کرتی ہیں اور جماعتوں

کو توڑ دیتی ہیں۔

امام غزالیؒ تحریر کرتے ہیں:

الكلمة قد تهدم ما لا تهدمه السيوف، فاحفظ لسانك قبل أن تندم[20]

ایک بات وہ گرا سکتی ہے جو تلواریں بھی نہیں گرا سکتیں، لہٰذا زبان کو قابو میں رکھو قبل اس کے کہ پچھتانا پڑے۔

موجودہ دور میں سیاسی اور مذہبی شدت پسندی کے زیر اثر اخلاقی روایات بری طرح متاثر ہو چکی ہیں۔ سیاسی جلسے، سوشل میڈیا مباحثے، اور دینی اختلافات کی گفتگو میں گالم گلوچ، طنز، تضحیک، اور تکفیر معمول بن چکے ہیں۔ یہ صورتحال نہ صرف اخلاقی بحران کو جنم دیتی ہے بلکہ نوجوان نسل کو بھی انتقام، نفرت، اور بے ادبی کے کلچر میں پروان چڑھاتی ہے۔ اس کے نتیجے میں معاشرتی ہم آہنگی اور بھائی چارہ ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اختلاف کو اختلافِ رائے کے بجائے دشمنی میں تبدیل کر دینا شدت پسندی کا وہ رویہ ہے جو کسی بھی معاشرے کی جڑیں کھوکھلی کر دیتا ہے۔ اخلاقی انحطاط شدت پسندی کے ان خطرناک اثرات میں سے ایک ہے جو نظر تو چھوٹا آتا ہے لیکن اس کے مضمرات نہایت گہرے اور وسیع ہوتے ہیں۔

ششم: تعلیمی نظام کی تباہی اور فکری جمود

شدت پسندی کے مہلک اثرات میں ایک نمایاں اور دیرپا اثر تعلیمی نظام کی تباہی اور فکری جمود کی صورت ظاہر ہوتا ہے۔ تعلیم کسی بھی قوم کی فکری بنیاد، سماجی ترقی، اور اخلاقی ارتقاء کا سب سے اہم ذریعہ ہوتی ہے۔ لیکن جب شدت پسندی تعلیمی اداروں میں آتی ہے تو علمی آزادی، تنقیدی سوچ، اور برداشت جیسے اوصاف معدوم ہو جاتے ہیں۔ اس کے نتیجے میں ایک ایسا ماحول جنم لیتا ہے جہاں فکر کا دروازہ بند اور جذباتیت کا دروازہ کھلا ہوتا ہے۔ شدت پسند عناصر تعلیمی نظام کو محض اپنے مخصوص نظریات کے پرچار کا ذریعہ بناتے ہیں۔ وہ اختلافِ رائے کو کفر یا غداری سے تعبیر کرتے ہیں، اور طلبہ و اساتذہ کو فکری دہشت میں مبتلا کر دیتے ہیں۔ نتیجتاً علم و تحقیق کی جگہ اندھی تقلید، اور فہم و ادراک کی جگہ سطحی نعروں کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ اسلامی تعلیمات میں علم و فکر کی ترقی کو اولین اہمیت دی گئی ہے۔ قرآن کریم کا پہلا حکم ہی علم کے متعلق نازل ہوا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ۔[21]

پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔

اسلام نے نہ صرف علم حاصل کرنے کو عبادت کا درجہ دیا بلکہ تفکر، تدبر، اور تحقیق کی ترغیب دی ہے۔ شدت پسندی ان تمام اعلیٰ اسلامی اقدار کے خلاف ہے کیونکہ یہ فکری جمود کو جنم دیتی ہے اور تنقیدی شعور کو دباتی ہے۔ امام ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

العلم لا ينمو إلا في بيئة آمنة خالية من الفتنة والخوف[22]

علم صرف اس ماحول میں نشوونما پاتا ہے جو فتنے اور خوف سے پاک ہو۔

اسی طرح امام غزالیؒ بیان کرتے ہیں:

إذا تحكم الجهل في المؤسسات التعليمية، صار العقل عبئاً، والاتباع الأعمى فضيلة[23]

جب جہالت تعلیمی اداروں پر قابض ہو جائے، تو عقل بوجھ اور اندھی تقلید فضیلت بن جاتی ہے۔

پاکستان سمیت کئی مسلم معاشروں میں شدت پسندی کے اثرات تعلیمی اداروں میں شدت سے دیکھے جا سکتے ہیں۔ جامعات میں طلبہ تنظیموں کے نام پر گروہی تشدد، اساتذہ کو ڈرانا دھمکانا، اور علمی مباحث کو روکنا، ایسے مظاہر ہیں جو نہ صرف تعلیمی معیار کو گراتے

ہیں بلکہ فکری ترقی کی راہیں بند کر دیتے ہیں۔ ایک اور پہلو یہ ہے کہ شدت پسندی کے سبب نصاب تعلیم میں یک رخی مواد شامل کیا جاتا ہے جو صرف ایک مخصوص نظریے کی نمائندگی کرتا ہے، اور تنوعِ فکر ورائے کو دبا دیتا ہے۔ اس سے طلبہ میں تعمیری مکالمہ، تجزیاتی صلاحیت، اور تنقیدی سوچ پیدا ہونے کے بجائے تعصب، نفرت اور تنگ نظری فروغ پاتی ہے۔

ہفتم: نوجوان نسل میں جذباتیت اور تشدد کی رغبت

سیاسی اور فکری شدت پسندی کا ایک نہایت تشویشناک اثر نوجوان نسل میں جذباتیت، عدم توازن اور تشدد کی طرف میلان ہے۔ شدت پسند گروہ اپنے مفادات کی تکمیل کے لیے نوجوانوں کو جذباتی نعروں، جذبات انگیز تقاریر اور سادہ مگر مؤثر پروپیگنڈے کے ذریعے اپنی طرف مائل کرتے ہیں۔ چونکہ نوجوان عمر میں عقل وجذبات کے درمیان توازن ابھی مستحکم نہیں ہوتا، اس لیے وہ جلد مشتعل ہو جاتے اور بغیر تحقیق کے کسی بھی شدت پسند نظریے کو سچ سمجھ کر اس کے لیے سرگرم ہو جاتے ہیں۔ ان کی یہ رغبت اکثر تشدد، خودکش حملوں، مسلح کارروائیوں، اور نفرت انگیز رویوں کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اس کا انجام صرف فرد یا خاندان ہی نہیں، بلکہ پورے معاشرے اور ملک کے لیے مہلک ہوتا ہے۔

اسلامی تعلیمات نوجوانوں کو حلم، صبر، اعتدال، اور علم کی بنیاد پر عمل کرنے کی تلقین کرتی ہیں۔ اسلام میں بغیر علم وبصیرت کے کسی عمل کی نہ صرف حوصلہ شکنی کی گئی ہے بلکہ اسے گمراہی کی جڑ قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا[24]

اور اس چیز کے پیچھے نہ چلو جس کا تمہیں علم نہیں، بے شک کان، آنکھ اور دل ان سب سے بازپرس ہوگی۔

تشدد اور جذباتیت اسلام کی روح کے منافی ہیں، خصوصاً جب وہ بغیر علم، فہم یا رہنمائی کے ہوں۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں:

الشباب أسرع إلى الغلو والانحراف إذا فُقد التوجيه، وابتعدوا عن العلماء۔[25]

نوجوان اگر رہنمائی سے محروم ہوں اور علماء سے دور ہوں تو وہ تیزی سے غلو وانحراف کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں اگر نوجوان نسل کی فکری واخلاقی تربیت نہ کی جائے تو وہ محض جذبات کے تابع بن کر قوم کو انارکی کے گڑھے میں دھکیل سکتی ہے۔[26] موجودہ دور میں شدت پسند گروہ سوشل میڈیا، مسلکی اختلافات، اور عالمی سیاست کے نام پر نوجوانوں کو اشتعال دلا کر اپنے ایجنڈے کے لیے استعمال کر رہے ہیں۔ ان نوجوانوں کو بظاہر دینی غیرت، شہادت، یا سیاسی انقلاب کے نعروں سے لبریز کیا جاتا ہے، مگر حقیقت میں وہ اپنے دین، معاشرے، اور خاندان کے لیے بوجھ بن جاتے ہیں۔

مدارس، جامعات، اور یونیورسٹیز میں اختلاف رائے کی بجائے تصادم کا کلچر فروغ پا رہا ہے۔ کئی نوجوان علمی مباحث سے ہٹ کر ذاتی حملوں، سوشل میڈیا ٹرولنگ، یا عملی تشدد کا راستہ اختیار کرتے ہیں۔ یہ رجحان نہ صرف علمی انجماد کو جنم دیتا ہے بلکہ قومی اداروں اور تعلیمی نظام کے استحکام کو بھی خطرے میں ڈال دیتا ہے۔

ہشتم: ثقافتی ورثے کو نقصان

شدت پسندی کے مہلک اثرات میں سے ایک اثر جو عمومی طور پر نظر انداز کیا جاتا ہے، وہ ہے ثقافتی ورثے (Cultural Heritage) کی تباہی اور اس کا مسلسل زوال۔ اسلامی دنیا کا ثقافتی ورثہ نہ صرف اس کی تاریخی، فکری اور تمدنی عظمت کا مظہر ہے بلکہ یہ اقوامِ عالم کے لیے اسلامی تہذیب کے جمالیاتی اور فکری امتیاز کا آئینہ دار بھی ہے۔ تاہم شدت پسند عناصر، جو ایک مخصوص اور جامد فکری تعبیر کے حامل ہوتے ہیں، ثقافتی تنوع، فنونِ لطیفہ، تاریخی آثار، صوفیانہ روایتوں، اور فنِ تعمیر جیسے مظاہر کو یا تو غیر اسلامی قرار دیتے ہیں یا

ان کے وجود کو شعوری طور پر ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک، دین کی اصل صرف ان کی مخصوص تشریح ہے، اور جو کچھ ان کے دائرۂ فکر سے باہر ہو، وہ ضلالت اور بدعت ہے۔ یہی سوچ اسلامی ثقافتی ورثے کی تباہی، علمی جمود، اور تاریخی ناآگہی کا سبب بنتی ہے۔

اسلام نے ثقافت، تمدن، اور تاریخ کو نہ صرف تسلیم کیا ہے بلکہ قرآن مجید نے ماضی کی اقوام کے آثار اور ان کے انجام پر غور و فکر کی بار بار دعوت دی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے:

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ[27]

تم سے پہلے بھی بہت سی قومیں گزر چکی ہیں، زمین میں چلو پھرو اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔

یہ آیت نہ صرف ماضی کے مطالعے بلکہ تاریخی شعور اور آثارِ قدیمہ سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بھی کعبہ، مقامِ ابراہیم، حجرِ اسود، صفا و مروہ جیسے مقامات کی حیثیت کو محفوظ رکھا اور اہلِ عرب کی بعض ثقافتی اقدار کو جو اسلام سے متصادم نہ تھیں، برقرار رکھا۔ علامہ ابن قیم الجوزیہ لکھتے ہیں:

التاريخ مرآة الأمم، ومن لا يعتني بتاريخ أمته، ضاعت منه البصيرة[28]

تاریخ اقوام کا آئینہ ہوتی ہے، اور جو اپنی قوم کی تاریخ سے غافل ہو، وہ بصیرت سے محروم ہو جاتا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں:

الفنون الجميلة والثقافات المتنوعة، ما لم تخالف الشريعة، فهي من مظاهر التمدن الإسلامي[29]

فنونِ لطیفہ اور متنوع ثقافتیں، جب تک شریعت سے متصادم نہ ہوں، اسلامی تمدن کی علامات میں شامل ہیں۔

شیخ محمد رشید رضا کے نزدیک اسلام ایک زندہ تہذیب ہے، جو ہر قوم کے ثقافتی تنوع کو قبول کرتی ہے بشرطیکہ وہ توحید اور اخلاق کے دائرے میں ہو۔[30] موجودہ دور میں شدت پسند گروہوں نے مساجد، مزارات، لائبریریاں، تاریخی عمارات، عجائب گھر، اور فنونِ لطیفہ کے مراکز کو تباہ کر کے ثقافتی ورثے کی جڑیں کاٹنے کی کوشش کی ہے۔ عراق، شام، افغانستان اور پاکستان میں موجود کئی ہزار سالہ آثار اور اسلامی فنِ تعمیر کے نایاب نمونے شدت پسندی کی بھینٹ چڑھ چکے۔ یہ رویہ صرف مادی تباہی نہیں بلکہ فکری و تہذیبی شناخت کی نفی بھی ہے۔ جب معاشرہ اپنی روایت اور جمالیاتی اظہار سے کٹ جائے تو اس میں عدم برداشت، اجنبیت، اور فکری و روحانی خلا جنم لیتا ہے۔

نہم: خاندانی نظام کا انہدام

شدت پسندی کے معاشرتی اثرات میں سے ایک انتہائی خطرناک، مگر کم توجہ پانے والا اثر "خاندانی نظام کا انہدام" ہے۔ اسلام نے خاندان کو معاشرے کی سب سے بنیادی اکائی قرار دیا ہے۔ اس ادارے کے استحکام پر نہ صرف معاشرتی توازن قائم رہتا ہے بلکہ افراد کی اخلاقی تربیت، جذباتی استقامت، اور دینی شعور بھی اسی نظام سے وابستہ ہوتا ہے۔ تاہم شدت پسندی کی فضا میں جب نفرت، تعصب، بدگمانی، اور نظریاتی سختی کا غلبہ ہو، تو یہ سب سے پہلے افراد کے مابین محبت، اعتماد، اور باہمی احترام کو تباہ کرتی ہے۔ شدت پسند رویے مرد و عورت، والدین و اولاد، بھائی بہن، اور اقربا کے درمیان فکری و جذباتی خلیج پیدا کرتے ہیں۔ نتیجتاً خاندانی نظام جو کبھی شفقت، حکمت، اور مشاورت پر قائم تھا، تشدد، کنٹرول اور نظریاتی جبر کا شکار ہو جاتا ہے۔ اسلام میں خاندان کو محبت، سکون اور مودت کا گہوارہ قرار دیا گیا ہے:

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُم مَّوَدَّةً وَرَحْمَةً[31]

اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم میں سے ہی بیویاں پیدا کیں تا کہ تم ان سے سکون حاصل کرو، اور اس نے تمہارے درمیان محبت اور رحمت رکھ دی۔

علامہ یوسف القرضاوی کے مطابق خاندان ایک ایسا ادارہ ہے جہاں دین کی اصل روح تربیت کے ذریعے منتقل ہوتی ہے۔ اگر اس میں شدت اور تنگ نظری داخل ہو جائے تو دین، اخلاق، اور سماج سب متاثر ہوتے ہیں۔[32] محمد الطاہر ابن عاشور کے نزدیک افراطی نظریات گھر کے سکون کو متاثر کر کے بچوں کی شخصیت کو مسخ کرتے ہیں، اور وہ معاشرے کے لیے نفسیاتی خطرہ بن جاتے ہیں۔[33] آج شدت پسند نظریات کے زیرِ اثر بعض گھرانوں میں بچوں کو چھوٹی عمر سے ہی دوسروں سے نفرت، غیر مسلم دشمنی، اور نظریاتی سختی سکھائی جاتی ہے۔ بیوی کو محض اطاعت گزار اور شوہر کو جابر سربراہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے۔ والدین اور اولاد کے درمیان مکالمہ ختم ہو جاتا ہے، اور خاندان ایک فکری قید خانہ بن جاتا ہے۔ عورت کی تعلیم، بچوں کی آزادیِ فکر، اور رشتہ داروں سے تعلقات کو "فکری خطرہ" قرار دے کر محدود کر دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خاندان کا دائرہ محبت اور اعتماد سے سکڑ کر حکم اور تابع داری میں بدل جاتا ہے۔ اس فضا میں تربیت کی جگہ خوف اور عزت کی جگہ خاموشی لے لیتی ہے۔

حاصلِ بحث

شدت پسندی کے مضر اثرات پر مبنی یہ مضمون اس امر کی واضح تصویر پیش کرتا ہے کہ یہ رجحان صرف ایک فرد یا طبقے تک محدود نہیں رہتا بلکہ پورے معاشرے، ریاستی اداروں، تہذیبی ڈھانچے، اور دینی و اخلاقی اقدار کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ معاشرتی تقسیم، عدم رواداری، اور نفرت کا ماحول انسانیت کو ٹکڑوں میں بانٹ دیتا ہے، جس سے قومی وحدت پارہ پارہ ہو جاتی ہے۔ سیاسی نظام پر عدم اعتماد اور بیرونی سرمایہ کاری میں کمی ملک کی ترقی کی راہ میں بڑی رکاوٹ بن جاتی ہے۔ دینی اقدار کو مسخ کرنا اور انہیں شدت پسندی کے نظریے سے جوڑنا اسلام کی اصل تعلیمات کے خلاف ایک خطرناک روش ہے۔ اخلاقی انحطاط، تعلیمی زوال، اور فکری انجماد نئی نسل کو ایک غیر صحت مند، غیر متوازن، اور متشدد سوچ کی طرف مائل کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نوجوان جذباتیت اور تشدد کی راہوں پر چل پڑتے ہیں، جس سے نہ صرف ان کی شخصیت بلکہ پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ اس کے نتیجے میں خاندانی نظام کا شیرازہ بکھر جاتا ہے اور ہمارا قیمتی ثقافتی ورثہ بھی زوال کا شکار ہوتا ہے۔ ان تمام اثرات کو سامنے رکھتے ہوئے ہمیں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں رواداری، عدل، اعتدال، اور فکری وسعت کو فروغ دینا ہو گا تاکہ ہم ایک پرامن، مہذب، اور ترقی یافتہ معاشرہ تشکیل دے سکیں۔

حوالہ جات و حواشی

1 ابن منظور، محمد بن مکرم، **لسان العرب**، (بیروت: دار صادر، 1414ھ)، 3/220۔

2 طاہر محمود، ڈاکٹر، **دینی شدت پسندی اور اس کا تدارک**، (لاہور: ادارہ معارف اسلامی، 2015ء)، ص 22۔

3 محمد الغزالی، شیخ، **فقه السيرة**، (دمشق: دار القلم، 2006ء)، ص 165۔

4 United States Institute of Peace, **Special Report 313**, (Washington: USIP Press, 2012), P. 5.

5 النسائی، احمد بن شعیب، **السنن**، (بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2001ء)، کتاب المناسک، باب التقاط الحصٰی، رقم الحدیث: 3059۔

6 سورۃ الحجرات 13:49۔

7 ابن قیم، محمد بن ابی بکر، **اعلام الموقعين عن رب العالمين**، (قاہرۃ: دار الھدیٰ، 2003ء)، 3/300۔

8 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **اسلام کا نظام حیات**، (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 2010ء)، ص 87۔

9 سورۃ الشوریٰ 38:42۔

10 مودودی، سید ابو الاعلی، **اسلام کا نظام سیاست**، (لاہور: ادارہ ترجمان القرآن، 2004ء)، ص 151۔

11 ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، **المقدمة**،(بیروت: دار الفکر،1996ء)،1/265۔

12 سورۃ البقرۃ02:126۔

13 ابن خلدون، **المقدمة**،1/210۔

14 سورۃ النساء04:46۔

15 الغزالی، ابو حامد محمد، **الاقتصاد فی الاعتقاد**،(قاہرۃ: دار الکتب العربیہ،1964ء)، ص83۔

16 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، **منہاج السنة النبوية**،(بیروت: دار الکتب العلمیۃ،1986ء)،5/251۔

17 سورۃ البقرۃ02:83۔

18 الترمذی، محمد بن عیسیٰ، **جامع الترمذی**،(ریاض: دار السلام،2008ء)،کتاب البر والصلة، باب ماجاء فی اللعنة، رقم الحدیث:1977۔

19 ابن قیم، محمد بن ابی بکر، **الفوائد**،(بیروت: دار الکتب العلمیۃ،2000ء)، ص113۔

20 الغزالی، ابو حامد محمد، **احیاء علوم الدین**،(قاہرۃ: دار الکتب العربیہ، سن ندارد)،3/74۔

21 سورۃ العلق96:1۔

22 ابن خلدون، **المقدمة**، ص447۔

23 الغزالی، **احیاء علوم الدین**،1/41۔

24 سورۃ الاسراء17:36۔

25 ابن تیمیہ، احمد بن عبد الحلیم، **مجموع الفتاوی**،(بیروت: دار الکتب العلمیۃ، سن ندارد)،28/226۔

26 مودودی، سید ابو الاعلیٰ، **تفہیمات**،(لاہور: ادارہ ترجمان القرآن،2010ء)،2/118۔

27 سورۃ ال عمران03:137۔

28 ابن قیم، محمد بن ابی بکر، **مفتاح دار السعادة**،(ریاض: دار عالم الفوائد للنشر والتوزیع،1432ھ)،1/156۔

29 الغزالی، **احیاء علوم الدین**،2/243۔

30 رشید رضا، محمد، **تفسیر المنار**،(قاہرۃ: دار المعرفۃ، سن ندارد)،1/112۔

31 سورۃ الروم30:21۔

32 القرضاوی، یوسف، **الاسلام والعنف**،(قاہرۃ: دار الشروق،2002ء)، ص93۔

33 الفاسی، علّال، **مقاصد الشريعة الاسلامية**،(قاہرۃ: دار الغرب الاسلامی،1993ء)، ص211۔